SUNDAY
نئی بات
sundaymag@naibaat.com
12 تا 18 مئی 2024ء
"آئی کیوب قمر"
پاک چین دوستی کی نئی مثال
کوہ پیما نائلہ کیانی
نے تاریخ رقم کردی
MOM
12 مئی ماؤں کا عالمی دن
یہ کامیابیاں عزت، مقام تم سے ہے
سبزی نہ خرید کر حکومت کے ایک کروڑ بچائے
میاں عمر اکرام سپرنٹنڈنٹ قصور جیل

پاک چین دوستی کی نئی مثال

''آئی کیوب قمر''

اہم سنگ میل، چاند کی طرف پاکستان کا پہلا سفر

عبید ملک

گزشتہ دنوں پاکستان کا پہلا سیٹلائٹ ''آئی کیوب قمر'' چاند کے سفر پر روانہ ہوگیا ہے۔ یہ سیٹلائٹ مشن چین کے ہینان سپیس لانچ سائٹ سے چاند کے سفر کے لیے خلا میں روانہ کیا گیا۔ وزیراعظم شہباز شریف نے اس موقع پر قوم اور سائنسدانوں کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا ہے کہ ''آئی کیوب قمر'' سیٹلائٹ خلا میں پاکستان کا پہلا قدم ہے۔ ان کا کہنا تھا جوہری میدان کی طرح اس میدان میں بھی ہمارے سائنسدان، انجینئرز اور ہُنر مند اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا رہے ہیں۔ وزیراعظم نے انسٹیٹیوٹ آف سپیس ٹیکنالوجی کی کور کمیٹی، اس کے رکن ڈاکٹر خرم خورشید، سپارکو سمیت تمام ٹیم خاص طور پر پراجیکٹ میں

حصہ لینے والے طالب علموں کو خراج تحسین پیش کیا۔ اس موقع پر ان کا کہنا تھا کہ آٹھ ممالک میں سے صرف پاکستان کے منصوبے کو قبول کیا جانا ہمارے سائنسدانوں اور ماہرین کی قابلیت کا اعتراف ہے اور یہ تکنیکی ترقی کے سفر کا بہت تاریخی لمحہ ہے، اس اہم کامیابی سے پاکستان خلا کے بامقصد استعمال کے نئے دور میں داخل ہوگیا۔ اس کہانی کی ابتدا سنہ 2022ء میں اس وقت ہوئی جب چینی نیشنل سپیس ایجنسی (سی این ایس اے) نے ایشیا پیسیفک سپیس کارپوریشن آرگنائزیشن کے ذریعے اپنے رکن ممالک کو چاند کے مدار تک مفت پہنچنے کا ایک منفرد موقع فراہم کیا۔ ایشیا پیسیفک سپیس کارپوریشن آرگنائزیشن (اپسکو) سنہ 2008 میں قائم کی گئی تھی جس کا مقصد اس خطے میں خلائی تحقیق کو فروغ دینا تھا۔ اپسکو کے رکن ممالک میں پاکستان، بنگلہ دیش، چین، ایران، پیرو، جنوبی کوریا، تھائی لینڈ اور ترکی شامل ہیں۔ اسلام آباد کے انسٹیٹیوٹ آف سپیس ٹیکنالوجی (آئی ایس ٹی) کی جانب سے ایک پروپوزل (تجویز) تیار کر کے اپسکو کو بھجوایا گیا جو منظور کر لیا گیا اور پھر پاکستان میں خلائی تحقیق کے ادارے سپارکو کی معاونت کے ساتھ آئی ایس ٹی کی ایک ٹیم نے اس سیٹلائٹ پر کام شروع کیا جس میں مختلف شعبوں کے طلبا بھی شامل تھے۔ یوں لگ بھگ دو سال کی محنت کے بعد سیٹلائٹ ''آئی کیوب قمر'' کو مکمل کیا جا سکا۔ تحقیق کے مطابق دنیا کے چھ ممالک کی خلائی ایجنسیاں جن میں امریکہ، سابقہ سوویت یونین (موجودہ روس)، چین، جاپان، انڈیا اور یورپی یونین شامل ہیں نے چاند کے مدار میں اور چاند پر یا اس کے قریب اپنے مشن بھیجے ہیں۔ ان کے علاوہ جنوبی کوریا، لگزم برگ، اٹلی، امریکی اور چینی راکٹوں کے سہارے چاند کے مدار تک جا چکے ہیں اور اب پاکستان بھی اس فہرست میں شامل ہوگیا ہے۔

سیٹلائٹ کا نام ''آئی کیوب قمر'' ڈاکٹر خرم کی جانب سے تجویز کیا گیا تھا کیونکہ یہ مشن چاند کی جانب جا رہا ہے اس لیے اس میں ''قمر'' یعنی چاند موجود ہے۔ آئی کیوب اس لیے کیونکہ آئی ایس ٹی میں موجود سمال سیٹلائٹ پروگرام کا نام ''آئی کیوب'' ہے اور اس کے تحت انسٹیٹیوٹ کی جانب سے سنہ 2013 میں پہلی سیٹلائٹ ''آئی کیوب ون'' کے نام سے لانچ کی گئی تھی۔ انسٹی ٹیوٹ آف سپیس ٹیکنالوجی میں آئی کیوب کیو پر کام کرنے والی ٹیم کے رُکن پروفیسر ڈاکٹر خُرم کا کہنا کہ ''چین کی شنگھائی یونیورسٹی اور پاکستان نیشنل سپیس ایجنسی سپارکو کے تعاون کے ساتھ اس سیٹلائٹ کا حتمی ڈھانچہ بنایا گیا ہے۔'' آئی کیوب قمر دو آپٹیکل کیمروں سے لیس ہے جو چاند کی سطح کی تصاویر لینے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ ٹیسٹنگ اور قابلیت کے مرحلے سے کامیابی سے گزرنے کے بعد ''آئی کیوب کیو'' کو چین کے ''چینگ 6'' مشن کے ساتھ منسلک کر دیا جائے گا۔ واضح رہے کہ ''چینگ 6'' چین کی جانب سے چاند کے مشن کے سلسلے کا چھٹا مشن ہے۔ چین کے ''چینگ 6'' کے مشن کا مقصد چاند کی سطح سے نمونے اکٹھا کرنا ہے اور ان نمونوں کو پھر زمین پر واپس لانا ہے جہاں سائنسدان چاند کی ساخت، تاریخ اور تشکیل کے بارے میں مزید جاننے کے لیے تحقیق کریں گے۔

ڈاکٹر خرم کی ٹیم کے پاس اس سیٹلائٹ کو بنانے کے لیے وقت کم تھا اور انہیں اس میں استعمال ہونے والے پُرزے باہر سے منگوانے تھے جن کی پاکستان آمد میں انہیں کچھ تاخیر کا سامنا بھی کرنا پڑا، کیونکہ وقت کم تھا اس لیے ہمیں ہر چیز ایک ساتھ اور بہت محنت کے ساتھ کرنی پڑ رہی تھی۔ اس کے علاوہ آئی ایس ٹی کے مختلف انجینئرنگ کے شعبوں جیسے الیکٹریکل، میٹرئل سائنس، ایوی آنکس، ایرو سپیس، میکینکل انجینئرنگ اور کمپیوٹر سائنسز کے طلبا بھی اس پراجیکٹ میں شریک تھے۔ پروفیسر ڈاکٹر خُرم خورشید کے مطابق 'یہ مشن پاکستان اور پاکستانی طلبا کے لیے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ جو اس فیلڈ میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔' پاکستان میں یوں تو سپارکو اپنی کاوشوں کو جاری رکھے ہوئے ہے مگر اس کے باوجود اس فیلڈ میں آنے والے طلبا کو خاص پذیرائی نہیں ملتی اور پاکستان میں اُن کے لیے مواقع بہت محدود ہیں۔ آئی ایس ٹی کی طرف سے تیار کردہ کیوب سیٹس

> انسٹیٹیوٹ آف سپیس ٹیکنالوجی میں ''آئی کیوب کیو'' پر کام کرنے والی ٹیم کے رُکن پروفیسر ڈاکٹر خُرم کے مطابق ''چین کی شنگھائی یونیورسٹی اور پاکستان نیشنل سپیس ایجنسی سپارکو کے تعاون سے سیٹلائٹ کا ڈھانچہ بنایا گیا

کیوبک شکل میں بنائے گئے ہیں اور ان پر ان کی چھوٹی جسامت کی وجہ کم لاگت آتی ہے جو پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک کے لیے بوجھ نہیں۔ 'آئی کیوب کیو' کو خلا میں بھیجنے کے مقصد سے متعلق ڈاکٹر خرم کہتے ہیں 'اس کی مدد سے ہم سائنسی تحقیق، تکنیکی ترقی اور خلائی تحقیق سے متعلق تعلیمی منصوبوں میں آگے بڑھ سکیں گے۔

ڈاکٹر خرم کہ کہنا ہے کہ چاند پر کوئی بھی مشن یا سیٹلائٹ بھیجنا بہت ہی زیادہ مہنگا کام ہے حتیٰ کے زمین کے گرد یا مدار میں بھی اگر کوئی سیارہ بھیجا جائے تو اُس کے لیے کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے۔ پاکستان کے لیے بہت بڑی بات ہے کہ چین کی جانب سے اُسے 'آئی کیوب کیو' کے لانچ کے لیے معاونت فراہم کی جا رہی ہے، ورنہ ایک خلائی مشن کو روانہ کرنے کے لیے کثیر سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے جس کا متحمل پاکستان نہیں ہوسکتا۔ اس سیٹلائٹ کو بنانے کے لیے آنے والی لاگت کے بارے میں سرکاری سطح پر نہیں بتایا گیا تاہم ڈاکٹر خرم کا کہنا ہے کہ کُل لاگت کا تخمینہ لگانا مشکل ہے کیونکہ کسی سیٹلائٹ کو لانچ کرنے میں زیادہ خرچ آتا ہے اور پاکستان کے لیے چین کے باعث یہ عمل مفت ہوگیا۔ زمین کے مدار میں بھی اگر سیٹلائٹ کو لانچ کیا جائے تو اس میں بھی بہت زیادہ لاگت آتی ہے اور ڈیپ سپیس مشن پر بہت زیادہ لاگت آتی ہے تاہم ہمیں صرف سیٹلائٹ بنانے کی لاگت اٹھانا پڑی۔ یاد رہے کہ سنہ 1962 پاکستانی سائنسدانوں نے پہلا موسمیاتی راکٹ رہبر اوّل خلا میں روانہ کیا تھا۔ اس مشن کی سربراہی پاکستان کے پہلے نوبیل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام نے کی تھی۔ تاہم اس ٹیم اور پراجیکٹ کے سربراہ ڈاکٹر طارق مصطفیٰ نے سنہ 2021 میں پاکستان کے اس خلائی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کی وجہ بیان کی تھی کہ 'سپارکو کو اتنے وسائل نہیں دیے گئے اور پاکستان کی توجہ مختلف وجوہات کی بنا پر دفاعی جانب زیادہ رہی۔ خود ڈاکٹر طارق مصطفیٰ بھی سیکریٹری دفاعی پیداوار ڈویژن رہ چکے ہیں اور 1994 میں حکومتِ پاکستان سے ریٹائر ہوئے۔

☆☆☆☆

> یہ مشن پاکستانی طلبا کیلئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے جو اس فیلڈ میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ پاکستان میں یوں تو سپارکو اپنی کاوشیں جاری رکھے ہوئے ہے مگر اس کے باوجود اس فیلڈ میں آنے والے طلبا کو خاص پذیرائی نہیں ملتی

12 مئی ماؤں کا عالمی دن

یہ کامیابیاں عزت یہ نام تم سے ہے، ماں تجھے سلام...

شہریار اشرف

خدا کی دی ہوئی لا تعداد نعمتوں میں ایک عظیم اور افضل ترین نعمت کہ جس کی اپنے بچوں کے لیے بے غرض، محبتوں اور رتجگوں کا ہم عشرِ عشیر بھی نہیں چکا سکتے۔۔۔جی ہاں وہ ماں ہے۔۔۔

ماں کی عظمت سے کوئی بھی انسان، مذہب، قوم اور فرقہ انکار نہیں کرسکتا، اس عظیم ہستی کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے پاکستان سمیت دنیا بھر میں آج ماؤں کا عالمی دن خلوص ومحبت سے منایا جارہا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد ''ماں'' کے مقدس رشتے کی عظمت واہمیت کو اجاگر کرنا اور ماں کیلئے عقیدت، شکر گزاری اور محبت کے جذبات کو فروغ دینا ہے۔ ویسے تو ماں کے لیے سال کا ہر دن ہی ہوتا ہے لیکن خصوصی طور پر ''مدرز ڈے'' یعنی ماؤں کا عالمی دن ہر سال مئی کے دوسرے اتوار کو منایا جاتا ہے جس میں بچے اپنی والدہ سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے انہیں تحائف اور ان کے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ قرآنِ پاک نے ماں کی محبت اس کی اطاعت اور خدمت کو جنت کے حصول کا زریعہ قرار دیا۔ لہذا بہ حیثیت مسلمان ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم ماں کی محبت اور توجہ کو محض ایک دن تک محدود نہ رکھیں بلکہ ہر دن اسکی کی شفقت اور خدمت کے لیے وقف کردیں کیونکہ یہی ماں ہی تو ہوتی ہے جو اپنے بچے پر اپنے آنچل کی ٹھنڈی چھاؤں کیے رکھتی ہے۔ اس کے دکھوں کو آگے بڑھ کر اپنے وسیع دامن میں بھر لیتی اور جب یہی ماں اپنے بچے سے کہیں دور ہو جاتی ہے دل اس کی یاد میں تڑپ اٹھتا ہے۔ ماں گھر کی سلطنت کا ایک اہم اور بنیادی ستون ہے اگر وہ اپنے بچے کی صحیح خطوط پر تربیت نہیں کرے گی تو ایک مہذب اور پڑھا لکھا معاشرہ کس طرح وجود میں آسکتا ہے، ماں وہ ہستی ہے جو اپنے بچے کو اس قابل بناتی ہے کہ دنیا میں کس طرح سر اٹھا کر جیا جاسکتا ہے

،آنحضور کا ارشادِ گرامی ہے کہ جنت ماں کے پاؤں تلے ہے۔ حضرت شیخ سعدی رح نے کہا کہ محبت کی ترجمانی کرنے والی اگر کوئی ہستی ہے تو وہ ماں ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال رح نے کہا کہ سخت سے سخت دل کو ماں کی پرنم آنکھوں سے موم کیا جاسکتا ہے نپولین نے کہا تھا تم مجھے اچھی مائیں دو، میں تمہیں ایک اچھی قوم دوں گا۔ یہ ہے ماں کی عظمت و بلندی جس کی خدمتوں کا رتجگوں کا قرض ہم کبھی بھی نہیں چکا سکتے۔ مگر اپنے تیئں اسکی خدمت کر کے اپنی دین ودنیا تو سنوار سکتے ہیں کیونکہ ماں کرہ ارض پر اللہ کا ایک روپ ہے۔ لبوں پہ کبھی اس کے بددعا نہیں ہوتی، بس اک ماں ہے جو خفا نہیں ہوتی۔ ماں ایک ایسا رشتہ ایک ایسا تعلق جس سے محبت کسی دن کی محتاج نہیں دنیا کے ہر معاشرے میں اس عظیم ہستی کا احترام کیا جاتا ہے اسی محبت اور عقیدت کے اظہار اور ماں کی عظمت کو یادگار بنانے کے لیے دنیا بھر میں مئی کے دوسرے اتوار کو ماؤں کا عالمی دن یعنی مدرز ڈے کے طور پر منایا جاتا ہے لیکن کم ہی لوگ جانتے ہوں گے کہ مدرز ڈے کا آغاز کب ہوا اور کس طرح یہ پوری دنیا میں منایا جانے لگا۔

> بولیویا جنگ میں خواتین نے اہم کردار ادا کیا، اسی دن کو ''مدرڈے'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سابق کیمونسٹ ممالک میں مدرڈے کی بجائے انٹرنیشنل وومن ڈے منایا جاتا، روس میں اس دن کو مدرڈے کے طور پر منایا جاتا ہے

مدرز ڈے کی ابتدا

زمانہ قدیم میں یونانی اور رومن اپنے دیوتاؤں ''ریا'' اور ''سائبیل'' کو ماں کا درجہ دے کران کا دن مناتے تھے لیکن اس دن کا باقاعدہ آغاز امریکا سے ہوا جہاں 1908 میں مشہور سماجی شخصیت این ریوس جاروس کے انتقال کے بعد اس کی بیٹی اینا جاروس نے اپنی ماں کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے گرافٹن کے میتھوڈیس چرچ میں دنیا کا پہلا باقاعدہ ''مدرز ڈے'' منایا جس کے بعد پوری دنیا میں ایک نئی روایت کا جنم ہوا۔ میتھوڈس چرچ میں مدر ڈے منانے کے بعد اینا نے کوشش کی کہ اس دن کو قومی سطح پر منایا جائے اور بالآخر وہ 1914 میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئی اور اس وقت کے امریکی صدر ووڈ راولسن نے ہر سال مئی کے دوسرے اتوار کو ماؤں کے نام کرنے کا اعلان کر دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس دن کو امریکا میں قومی دن بنانے کے لیے انتھک کوشش کرنے والی خاتون اینا جاروس نے پوری زندگی شادی ہی نہیں کی تھی اس لیے وہ ماں ہی نہیں بن سکی جب کہ انہوں اپنی پوری زندگی دنیا میں امن کے قیام کی کوششوں میں لگادی۔ برطانیہ اور یونان میں ماؤں کی عظمت کی یاددہانی کے لیے ابتدا میں ''مدرنگ سنڈے'' منایا جاتا تھا جس روز لوگ اپنے علاقے کے سب سے بڑے چرچ جسے مدر چرچ کہا جاتا تھا وہاں جمع ہوجاتے اور خصوصی سروسز کا اہتمام کرتے تاہم برطانیہ میں اب بھی یہ دن کچھ اسی انداز میں منایا جاتا ہے لیکن اب جدید دور میں بچوں نے اپنی ماؤں سے محبت کے اظہار کے لیے دلکش اور خوبصورت کارڈز بنا کر اس دن کو اور بھی یادگار بنادیا ہے۔ کچھ معاشروں میں اس دن کو مختلف ناموں سے منایا جاتا ہے جیسے کیتھولک ممالک میں اسے ''ورجین میری ڈے'' کے طور پر منایا جاتا ہے۔ بولیویا میں جس جنگ میں خواتین نے اہم کردار ادا کیا تھا اسی دن کو ''مدرڈے'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سابق کیمونسٹ ممالک میں مدرڈے کی بجائے انٹرنیشنل وومن ڈے منایا جاتا ہے اور اب بھی روس میں اسی دن کو مدر ڈے کے طور پر یاد رکھا جاتا ہے تاہم یوکرائن اور کرغزستان میں وومن ڈے کے ساتھ ساتھ اب مدرڈے بھی منایا جانے لگا ہے۔

> اس کا آغاز امریکا سے ہوا جہاں 1908 میں مشہور سماجی شخصیت این ریوس جاروس کے انتقال کے بعد اس کی بیٹی نے اپنی ماں کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے میتھوڈیس چرچ میں دنیا کا پہلا باقاعدہ ''مدرز ڈے'' منایا

دنیا کے مختلف مذاہب میں ''مدرز ڈے'' کی اہمیت

رومن کیتھولک چرچ میں مدرڈے کو ورجن میری سے منسلک کیا جاتا ہے اور اس روز لوگ گھروں پر خصوصی سروسز کا اہتمام کرتے ہیں۔ بھارت اور نیپال میں اس دن کو ماتا ترتھا آونشی کے نام سے بیساکھی کے ماہ میں نئے چاند کے دن منایا جاتا ہے جو عام طور پر اپریل یا مئی میں آتا ہے۔ عرب ممالک میں مدرڈے عام طور پر 21 مارچ کو موسم بہار کے پہلے دن منایا جاتا ہے۔ مصر میں اس دن کی ابتدا تو 1943ء میں ہوگئی تھی تاہم اسے باقاعدہ حکومتی سطح پر 21 مارچ 1956 کو منایا گیا اور اسی روایت کو پوری عرب دنیا میں اسی دن منایا جاتا ہے۔ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی مدرڈے منایا جاتا ہے تاہم ہر ملک اپنی روایات اور ثقافت کے مطابق اسے مختلف تاریخوں پر مناتے ہیں لیکن اہم بات یہ ہے کہ یہ دن ہر معاشرے میں اپنا وجود رکھتا ہے جو ماں سے محبت اور اس کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

☆☆☆☆

جیل میں 90 فیصد مجرم سدھر جاتے ہیں: میاں عمیر اکرام

قصور جیل میں لنگر، ملاقات، منشیات فروشی، موبائل فون یا تشدد کی کوئی شکایت نہیں

لائبریری، کھیل، نفسیاتی علاج اور کونسلنگ کی سہولیات سے مستفید ہو رہے ہیں

میڈیکل سہولیات، گنجائش 800، قیدی 1500 ہیں: سپرنٹنڈنٹ ڈسٹرکٹ جیل

میاں محمد اشفاق
عکاسی: محمد احسن

نوجوان کسی بھی ملک وقوم کا مستقبل ہوتے ہیں، وطن عزیز پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ اس کے شہریوں کی ایک بڑی تعداد نوجوان شہریوں پر مشتمل ہیں۔ یہ نوجوان جس کسی ادارے میں جاتے ہیں تو چونکہ پڑھے لکھے اور جوان ولولوں و ابھرتی ہوئی امنگوں کے ساتھ ساتھ کچھ نیا اور بہتر کرنے کی جستجو ان کے دل میں موجزن ہوتی ہے اس لیے ان کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ سسٹم کے اندر رہتے ہوئے اپنے کام کے معیار اور کوالٹی میں بہتری لائیں۔ گذشتہ دنوں انہی خوبیوں سے مزین اپنے اندر کچھ کرنے کا عزم لیے نرم دم گفتگو اور حلم ومحبت سے بھرپور نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ یہ نوجوان ڈسٹرکٹ جیل قصور کا سپرنٹنڈنٹ میاں عمیر اکرام ہے۔ ان سے ملاقات کا اہتمام کرنے والے دوست میں بھی پیار اور محبت کی چاشنی بھری ہے، میں حیران ہوا کہ ان کے دوست بھی ان جیسے شفیق، محنتی اور جواں عزم کے مالک ہیں۔ بہرحال آتے ہیں ملاقات کی طرف جس میں ہم نے ان سے جیل کے معاملات بارے تبادلہ خیال کیا، جس میں متعدد معلومات ملیں تو کتنی ہی غلط فہمیوں کا خاتمہ ہوا۔ تفصیلات میاں عمیر اکرام کی زبان سے ہی قارئین کی نذر ہیں۔

میرا تعلق شیخوپورہ کے گاؤں سے ہے، گورنمنٹ کالج لاہور سے 2007 میں انٹرمیڈیٹ پھر پنجاب یونیورسٹی لا کالج سے ایل ایل بی آنرز کیا۔ میں پنجاب یونیورسٹی ماڈل یونائٹڈ نیشن ٹیم کا رکن تھا، 2010 میں پہلی دفعہ جرمنی میں پاکستان گروپ کی نمائندگی کی، وہاں سے مجھے دو ایوارڈ ملے۔ میں واحد پاکستانی ہوں جسے آکسفورڈ سے بھی ایوارڈ ملا۔ میں نے انٹرنیشنل لا میں پاکستان کی

پہچان احمر بلال صوفی کو اسسٹ بھی کیا، وہ ان دنوں عافیہ صدیقی کیس پر کام کر رہے تھے۔

جیل خانہ جات کے شعبہ کو جوائن کرنے کیلئے کوئی بھاگ دوڑ نہیں کی نہ میں نے کبھی پی ایم ایس کے لیے اپلائی کیا۔ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کا امتحان دیا، ماں باپ کی دعاؤں سے کلیئر ہوگیا اور 12/01/20216 کو تعیناتی ہوگئی۔ جیل میں آپ لوگوں کی بہت حد تک خدمت کر سکتے ہیں۔ جرم کسی ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں، رشتہ دار دو تین ماہ تک آتے ہیں پھر کوئی نہیں پوچھتا، یوں قیدی کا ہر لحاظ سے خیال رکھنا ہوتا ہے۔ الحمدللہ میرا نہیں خیال کہ کوئی قیدی ہوگا جو کسی پریشانی میں میرے پاس آیا ہو اور اس کا مسئلہ ممکنہ طور پر حل نہ ہوا ہو۔

آپ نے سنا ہوگا کہ جیل کا ایک چھوٹا دروازہ ہے اس دروازے سے گزار کر قیدی کو جیل لے جایا جاتا ہے۔ چاہے اس نے کتنے قتل کیے ہوں، بدمعاش ہو، ڈاکو ہو جھک کر جیل میں داخل ہوتے ہی ساری اکڑ مر جاتی ہے۔ جب صبح سپرنٹنڈنٹ یا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے پاس پیش کیا جاتا ہے تو میں نے

کے صوبائی وزیر فیاض الحسن چوہان آئے انہوں نے حکم جاری کیا کہ طویل قید کی سزا بھگتنے والے قیدیوں کو تین ماہ بعد دو دن اہلخانہ کے ساتھ گزارنے کا موقع دیا جائے۔ یہ بہت اچھا اقدام تھا متعدد نوجوان قیدی ہیں، ایسے بھی ہیں جن کی شادی کے چند روز بعد ہی ان سے کوئی جرم ہو گیا اور وہ جیل آ گئے، یا

> آئی جی جیل خانہ جات کی ہدایت پر دولیٹ نائٹ سرپرائز وزٹ ضروری، پروٹوکول وزٹ میں تو سب ٹھیک ہوتا ہے، سرپرائز وزٹ میں خامیاں سامنے آتی ہیں، یوں جیل کی سرچنگ کے علاوہ قیدیوں کے حالات سے بھی آگاہی رہتی ہے

دیکھا ہے کہ 90 سے 95 فیصد لوگ جیل میں آ کر کوئی جرم یا گڑبڑ نہیں کرتے، باقی چند ایک لوگ تو نہ باہر سمجھتے ہیں نہ اندر، یہ ان کی فطرت ہے تو ایسے لوگوں کیلئے قانون نے راستہ رکھا ہے اس کے مطابق مختلف سزائیں ہیں جن کے ذریعے ان کو اوقات میں لایا جاتا ہے۔

> معاملات کمپیوٹرائز ہونے سے بڑی حد تک بہتری آ چکی، تاریخ پر جانے اور آنے والے قیدی کی بائیومیٹرک کی جاتی ہے، ملاقاتیوں کیلئے استقبالیہ موجود، جہاں وہ سہولت کے ساتھ اپنوں سے ملاقات کرتے ہیں ضعیف افراد کی اپنے دفتر میں بھی ملاقات کرا دیتا ہوں

جیل کی سکیورٹی کا ایم مکمل طے شدہ طریقہ کار ہوتا ہے۔ ہمارے پاس جدید ترین اسلحہ ہے، واک تھرو گیٹ لگے ہیں، ہینڈ سکینر ہیں۔ ان تمام تر ذرائع سے جیل کی داخلی سکیورٹی برقرار رکھی جاتی ہے۔ بیرونی سکیورٹی پولیس کے ذمہ ہوتی ہے وہ جیل کی دیوار کے باہر چکر لگاتے رہتے ہیں۔ قصور جیل میں قیدیوں کی کپیسٹی 600 تھی جونئی بیرکوں کی تعمیر کے بعد 800 ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود ہمارے پاس قیدیوں کی تعداد 1500 سے زائد ہے۔ یہ صرف ہمارا مسئلہ نہیں بلکہ پاکستان بھر میں ہر جیل کا مسئلہ ہے۔

2021 میں جب میں فیصل آباد میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل تھا تو اس وقت

کسی کا وارث نہیں۔اسی طرح میاں بیوی دونوں کی ضرورت اور قدرتی امر بھی ہے۔لہٰذا چار جیلوں فیصل آباد، اڈیالہ، ملتان اور کوٹ لکھپت جیل میں اس کو پائلٹ پراجیکٹ کے طور پر چلایا گیا ہے۔

قصور جیل میں 20 خواتین قیدی ایک نومولود بچہ جو دو سال کا ہو چکا، اسکے علاوہ 16 بچے اور باقی مرد ہیں۔سہولیات کی بات کی جائے تو ان ڈور گیمز میں کیرم، لڈو وغیرہ جبکہ آؤٹ ڈور گیمز میں والی بال اور بیڈمنٹن کے کورٹ ہیں جو شام کو ایک گھنٹہ کھیلے جاسکتے ہیں۔قیدیوں کے کھانے کے حوالے سے میں آپ کو بتاتا چلوں کہ جیل میں کھانے کا ایک مستقل منظور شدہ مینیو ہوتا ہے جسے

جیل کا ماٹو ''نفرت جرم سے انسان سے نہیں'' ہے، باہر کی دنیا سے بھی ہماری یہی توقع ہے کی جرم ہو جانا بڑی بات نہیں جس نے جرم کی سزا پا لی، اس کو معاشرے کا فعال اور فائدہ مند شہری بننے میں مدد دی جائے نہ کہ اس کی حوصلہ شکنی کی جائے

سپرنٹنڈنٹ بدل نہیں سکتا۔اس کے مطابق ہفتہ میں چھ دن چکن دیا جاتا ہے جو اگر دال یا سبزی میں ہو تو 70 گرام جبکہ صرف چکن ہو تو 100 گرام فی قیدی کے حساب سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ہماری جیل کے اندر تقریباً 18 ایکڑ زرعی رقبہ ہے اس میں سبزیاں اگائی گئی ہیں، اس کی پیداوار ہمارے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ رانا رضوان کی محنت اور میری ذاتی دلچسپی کے باعث اتنی ہو چکی ہے کہ چھ ماہ سے ہم نے کوئی سبزی نہیں خریدی بلکہ کوٹ لکھپت، ڈسٹرکٹ جیل لاہور اور شیخوپورہ میں بھجوا رہے ہیں۔یوں حکومت کے تقریباً ایک کروڑ روپے بچائے ہیں۔ہاں البتہ رمضان المبارک سے چند روز پہلے ہم نے ایک

مخیر شخصیت زبیر خان صاحب سے رابطہ کیا، انہوں نے جیل کے تمام قیدیوں اور عملہ کو پورے رمضان میں افطاری فراہم کی، جو بہترین مینیو کے ساتھ تھی۔اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے۔اس کی میں آئی جی صاحب سے اجازت لی وہ بہت خوش ہوئے، حکومت کے بھی اس طرح تقریباً 70 لاکھ روپے بچے۔

قیدیوں کو اگر طبی سہولیات کی بات کی جائے تو ہر قیدی کو جیل میں لینے سے پہلے لازمی طبی معائنہ کیا جاتا ہے۔جیل میں میڈیکل کے سارے معاملات ڈسٹرکٹ ہیلتھ کونسل دیکھتی ہے، ڈپٹی کمشنر اس کے چیئرمین، سپرنٹنڈنٹ جیل سیکرٹری دیگر اراکین میں سی او ہیلتھ اور ایم ایس صاحبان شامل ہیں۔ہر ماہ اس کونسل کا اجلاس ہوتا ہے۔جیل میں چوبیس گھنٹے ڈاکٹر موجود، میڈیکل سٹور اور ڈسپنسری عالمی معیار کی ہے۔آرتھو پیڈک سرجن، انفرالوجسٹ، یورولوجسٹ، سائیکاٹرسٹ ہر پندرہ روز بعد جیل کا دورہ کرتے ہیں۔ان کی ہدایت یا کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں جیل سے باہر ہسپتال میں بھی شفٹ کیا جاسکتا ہے۔جیل میں قیدی ظاہر ہے ذہنی دباؤ اور تناؤ کا شکار ہوتے ہیں اس سے بچاؤ کیلئے سائیکالوجسٹ ہیں جو روزانہ ان کی کونسلنگ کرتے ہیں۔

جیل میں قیدی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک قتل وغیرہ کے مجرم جو لمبے عرصہ کیلئے آتے ہیں دوسرے چور، ڈکیت یا منشیات فروش ان کا جیل میں آنا جانا لگا رہتا ہے۔یہ باہر جاتے ہیں جرم کرتے اور پھر واپس آتے ہیں۔المیہ ہے کہ باہر کی دنیا میں ان کو کوئی باعزت روزگار نہیں ملتا اور یہ دوبارہ جرم کی دنیا میں چلے جاتے ہیں۔جہاں تک جیل میں ان کے گروہ بننے کی بات ہے تو یہ غلط ہے، جرائم پیشہ شخص اگر باہر ہوگا تو اس کے تعلقات مجرموں سے ہی ہوں گے، اگر وہ تین ہیں تو پچاس بندے ایسے ہونگے جن کو وہ اپنے ساتھ چوتھے کے طور پر شامل کرنا چاہیں گے۔اسی طرح اگر جیل میں کسی کا تعلق بن جاتا ہے تو اسے جیل کے سر تھوپا نہیں جاسکتا۔

جیل میں آئی جی جیل خانہ جات کی ہدایت پر دولیٹ نائٹ سرپرائز وزٹ کیے جاتے ہیں۔پروٹوکول وزٹ میں تو سب ٹھیک ہوتا ہے، سرپرائز وزٹ میں خامیاں سامنے آتی ہیں۔یوں جیل میں منشیات یا فون کی تلاش جاری اس کے علاوہ قیدیوں کے حالات سے بھی آگاہی رہتی ہے، نظم وضبط برقرار اور انتظامی معاملات درست رہتے ہیں۔الحمدللہ ٹیم کو میری طبیعت کی سمجھ آ گئی ہے لہٰذا کوئی شکایت نہیں ہوتی۔قیدیوں کو عدالت بھیجنا ایک معمول کا حصہ ہے۔معاملات کمپیوٹرائز ہونے سے بڑی حد

چار جیلوں فیصل آباد، اڈیالہ، ملتان اور کوٹ لکھپت جیل میں طویل قید بھگتنے والوں کو تین ماہ بعد دو دن اہلخانہ کے ساتھ گزارنے کا موقع دیا جاتا ہے، افزائش نسل کیلئے یہ اچھا اقدام، اسی طرح میاں بیوی دونوں کی ضرورت اور قدرتی امر بھی ہے

تک بہتری آچکی ہے، تاریخ پر جانے والے قیدی کی بائیومیٹرک کی جاتی ہے اور واپسی پر بھی اسی طرح بائیومیٹرک میں اسکی اگلی پیشی نوٹ کر لی جاتی ہے۔

قیدیوں کی ملاقات کیلئے استقبالیہ بنایا گیا ہے جہاں وہ سہولت کے ساتھ اپنوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ضعیف ملاقاتوں کی اپنے دفتر میں بھی قیدی سے ملاقات کرادیتا ہوں۔

اوکاڑہ تعیناتی کے دوران 300 بچوں کیلئے جیل میں سکول بنوایا اور اساتذہ و دیگر عملہ کی تعیناتی کی۔یہاں بھی جیل میں بہت سے قیدی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔جیل میں 2000 کتابوں پر مشتمل لائبریری بنائی ہے ان کتابوں کو کوئی بھی قیدی جاری کرا سکتا ہے، اس کے علاوہ روزانہ آدھا گھنٹہ لائبریری میں بیٹھ کر بھی کتابیں پڑھی جاسکتی ہیں۔اس کے علاوہ ای لائبریری کا منصوبہ بھی ہے۔

جیل کا ماٹو ''نفرت جرم سے انسان سے نہیں'' ہے۔باہر کی دنیا سے بھی ہماری یہی توقع ہے کی جرم ہو جانا بڑی بات نہیں جس نے جرم کی سزا پا لی، اس کو معاشرے کا فعال اور فائدہ مند شہری بننے میں مدد دی جائے نہ کہ اس کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

☆☆☆

چلو اب ایسا کرتے ہیں ستارے بانٹ لیتے ہیں
ضرورت کے مطابق ہم سہارے بانٹ لیتے ہیں

چلو اب ایسا کرتے ہیں ستارے بانٹ لیتے ہیں
ضرورت کے مطابق ہم سہارے بانٹ لیتے ہیں

محبت کرنے والوں کی تجارت بھی انوکھی ہے
منافع چھوڑ دیتے ہیں خسارے بانٹ لیتے ہیں

اگر ملنا نہیں ممکن تو لہروں پر قدم رکھ کر
ابھی دریائے الفت کے کنارے بانٹ لیتے ہیں

میری جھولی میں جتنے بھی وفا کے پھول ہیں ان کو
اکٹھے بیٹھ کر سارے کے سارے بانٹ لیتے ہیں

محبت کے علاوہ پاس اپنے کچھ نہیں ہے فیض
اسی دولت کو ہم قسمت کے مارے بانٹ لیتے ہیں

ماڈل: سحرا فضل

ڈیزائنر: اشرف انھونی

sundaymag@naibaat.com

ماضی کے حکمرانوں نے کبھی معاشی روڈ میپ نہیں دیا لہٰذا تباہی نے تو آنا ہی تھا

نواز شریف کی قیادت میں پاکستان معاشی بحران سے نکل جائیگا

پاکستان مسلم لیگ (ن) ٹریڈ ونگ کے سینئر نائب صدر خواجہ خاور رشید کی گفتگو

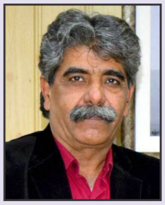

اسد شہزاد

پاکستان مسلم لیگ واحد سیاسی جماعت ہے جس نے گزشتہ 40 سالوں میں پاکستان کو معاشی طور پر نہ صرف مضبوط کیا بلکہ پورے پاکستان میں جتنے بھی بڑے معاشی اور ترقیاتی منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچے ان تمام کا کریڈٹ میاں نواز شریف کو جاتا ہے۔ جو اس ملک کے تین بار وزیراعظم رہے، آج بھی تباہ شدہ معاشی صورتحال شہباز شریف کو ورثے میں ملی اس کے باوجود مجھے یقین ہے کہ ایک دو سال کے اندر وہ پاکستان کو معاشی پٹڑی پر چڑھا لیں

ڈالنے کی سکیم دے کر پاکستان کی انڈسٹری کا وہ حق مار دیا جس سے اس نے پیداوار بڑھا کر ملک کی معاشی ترقی میں اہم کردار ادا کرنا تھا، دوسرا کھلواڑ بجلی کے کارخانے نہ لگا کر مزید تباہی کا سامان پیدا کی اور ایک بات کالا باغ ڈیم بھی ہمارے ہی سیاست دانوں نے صرف اقتدار کی خاطر نہیں بننے دیا۔ اگر وہ ڈیم بن جاتا تو پاکستان آج اندھیروں میں نہ ڈوبتا۔ کل کا بنگلہ دیش ہم سے کہیں آگے نکل گیا۔ 2018ء میں عمرانی فتنے کی حکومت کے بعد سے میرے نزدیک آج معیشت بندگلی میں داخل ہو چکی ہے۔ اس کے ساتھ اس کی تمام تر معاشی تباہی کی ذمہ داری ہمارے ان سیاستدانوں پر بھی عائد ہوتی ہے جنہوں نے بڑی انڈسٹری کو سرکاری تحویل میں لے کر صنعتی بربادی کا جو طوفان کھڑا کیا تھا اور اس کا خمیازہ ہم آج زیادہ بھگت رہے ہیں۔ اس فاش غلطی کے بعد نہ تو ملک میں بڑی انڈسٹری لگ سکی اور نہ ہی کسی نے ملک میں انڈسٹری لگانے کی ہمت کی۔

یہ پاکستان کی بدقسمتی کہہ لیں کہ آج ہمارے یہاں بہت سے مافیاز نے ملکی معاشی صورتحال کو نہ صرف اپنے مکمل کنٹرول میں کر رکھا ہے بلکہ وہی مافیاز ہماری تباہی کا سبب بن رہے ہیں، اس میں زیادہ کردار لینڈ مافیا کا ہے اور فکر انگیز بات تو یہ ہے کہ حکومتی سطح پر زیادہ سہولیات بھی لینڈ مافیا کو فراہم کی گئیں لہٰذا ہمارے بہت سے تاجر لینڈ مافیا میں چلے گئے اور انہوں نے اپنی انڈسٹری کا پیسہ نکال کر لینڈ مافیا کے حوالے کر کے مزید بربادی کا سامان پیدا کیا۔

درج بالا باتوں کا اظہار پاکستان مسلم لیگ ٹریڈ ونگ کے سینئر نائب صدر خواجہ خاور رشید نے گزشتہ دنوں روزنامہ ''نئی بات'' کے ساتھ ایک ملاقات میں کیا۔ خواجہ خاور رشید کے بارے میں بخوبی یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ پاکستان کے معاشی میدان کے وہ کھلاڑی ہیں کہ اگر حکومت ان کی معاشی تجاویز پر عمل کرے تو ہم قومی سطح پر معاشی میدان میں موجودہ بحران کے خاتمے کے لیے بہتر اقدامات اٹھا سکتے ہیں۔ گفتار اور کردار میں وہ جہاں ہر ایک کے دل میں بسیرا کیے ہوئے ہیں۔ وہاں وہ کاروباری معاملات کے علاوہ صبح سے رات گئے تک تاجروں کے مسائل کے حل کے لیے کوشاں دکھائی دیتے ہیں۔

ملاقات کے دوران خواجہ خاور رشید نے پاکستان کے ماضی و حال کے معاشی مسائل اور ایوب خان سے عمران خان کی حکومتوں تک کے ادوار اور مارشل لائی ادوار کی ڈکٹیٹر شپ کے دوران ہماری انڈسٹری کن حالات سے دوچار ہوئی، پر بڑی تفصیل کے ساتھ بات ہوئی۔ آیئے ذیل کے کالموں میں ان سے کی گئی ملاقات کا احوال پڑھتے چلیں۔

آپ پاکستان کی موجودہ معاشی صورتحال کو کہاں پر دیکھ رہے ہیں، کیا وجہ ہے کہ ہم گزرے 76 سالوں میں نہ معاشی سسٹم، نہ معاشی منصوبے اور نہ معاشی روڈ میپ دے پائے، آپ کی رائے کیا ہے؟

جہاں تک ہماری موجودہ معاشی صورتحال کی بات ہے وہ آج کسی سے بھی ڈھکی چھپی نہیں اور سب کو معلوم ہے کہ ہم کس طرح ایک ترقی یافتہ ملک سے ایک دم معاشی دلدل میں پھینک دیئے گئے اور پوری قوم اس بات کی بھی گواہ ہے کہ جب سری لنکا ڈیفالٹ ہوا اور اس کا ڈالر کس نے کس ریٹ پر پہنچایا۔ ہمیں بھی انہی لوگوں نے انہی حالات میں دھکیلا۔ اس کی بنیادی وجوہات یہ ہیں کہ کسی حکومت نے انڈسٹری کو لگانے اور اس کو فروغ نہیں دیا، نہ مراعات دیں، ٹیکسوں کے اوپر ٹیکس اور پھر لگی انڈسٹری کی بھی صحیح طریقے سے دیکھ بھال نہ ہونے سے ہم معاشی تباہی کا شکار ہوتے گئے۔ آپ مجھے یہ بتایئے کہ سوائے ن لیگ کے کس حکومت نے تاجر اور صنعتکار کو کون سی ایسی سہولیات دیں جس سے وہ انڈسٹری لگاتے۔ آپ نے تو ان صنعتکاروں اور تاجروں کے راستے میں ایسی رکاوٹیں کھڑی کیں کہ وہ چاہتے ہوئے بھی انڈسٹری نہ لگا سکے، پھر ہوا کیا کہ آپ کا ملک ڈیفالٹ ہونے کے خطرات میں پڑ گیا۔ اس بحران کو بھی میاں شہباز شریف کی حکومت نے نکالا جب وہ نگران وزیراعظم تھے۔ ان حالات میں ایک اور بڑا انقصان یہ ہوا کہ لوگوں کا ذریعہ معاش بند ہو گیا، لاکھوں لوگوں کی نوکریاں جاتی رہیں کہ آپ کے پاس تو ملازمتیں دینے کے مواقع نہیں تھے اور نہ حکومتی سیکٹرز میں کوئی ایسی منصوبہ بندی کی گئی کہ ان کو

گے۔ عمرانی فتنہ نے جو تباہی پھیلائی اس گند کو سمیٹنے کے لیے بھی ایک وقت درکار ہوگا گو وہ فتنہ بازی اب بھی جاری ہے اور اس کو روکنا ہی ہمارے بہترین مفاد میں ہے۔

آپ مجھے یہ بتائیں کہ جس ملک میں نہ بجلی نہ گیس ہو اور اوپر سے حکومت بھی ہاتھ اُٹھا دے تو پھر تاجر بے چارہ کہاں جائے گا۔

اس لیے تو میں کہتا ہوں کہ ہمارے ماضی کے سیاستدانوں نے معیشت کی تباہی کے لیے دو بڑے کھلواڑ کیے، ایک تو انہوں نے گیس کو گاڑیوں میں

اداروں میں کھپایا جا سکے اور جہاں نوجوانوں کو نوکریاں ملنا تھیں، جہاں بیروزگاری کا خاتمہ ہونا تھا، جہاں نوجوانوں کا مستقبل سنورنا تھا، وہ تھا آپ کا صنعتی ایریا، جہاں انڈسٹریز کو لگنا تھا، وہ تو آپ نہ لگا سکے۔ آج ترقی یافتہ ممالک میں 50 فیصد افراد کا روزگار وہاں کی انڈسٹری سے وابستہ ہے جبکہ ہمارے ہاں تو مفاد پرست حکومتیں اگر انڈسٹری لگانے کی بھرپور کوشش کرتیں تو ملک میں کبھی بھی اس قدر بیروزگاری نہ ہوتی جتنی آج ہے، یہی وہ وجوہات ہیں کہ ہم نہ آگے بڑھ سکے اور 76 سال قبل جہاں سے ہم نے آغاز ہوا تھا ہم آج بھی وہیں کھڑے ہیں۔

کس کو الزام دیتے ہیں اور اتنی بڑی تباہی کا ذمہ دار کون ہے؟

ماضی کی حکومتوں کی کارکردگی آپ سب کے سامنے ہے، اس پر میں کیا بات کروں کہ انہوں نے کبھی ایسے معاشی منصوبے نہیں بنائے کہ ہم انڈسٹری لگائیں گے تو قوم آگے بڑھے گی۔ آج وہ تمام فیکٹریاں جو پیداوار میں 50 فیصد پروڈکشن تیار کرتی تھیں وہ بند ہوگئی ہیں اور آپ کو سن کر حیرانگی ہوگی کہ 75 فیصد تاجروں نے تو اپنی انڈسٹری کو کلوز کر دیا ہے۔ اس لئے کہ تاجر اس بات کے متحمل نہیں ہیں کہ مزید اخراجات کا بوجھ اُٹھا سکیں۔ ان کے پاس خام مال ہوگا تو یہ پروڈکشن کریں گے اور یہ بہت بڑا المیہ ہے جس کا خمیازہ قوم تو بھگت رہی ہے تاجر بھی بے حال اور پریشان ہے۔

سیاستدان یا مارشل لائی ڈکٹیٹرز اس تباہی کے ذمہ دار ہیں؟

میرے نزدیک دونوں ہماری معاشی تباہی کے ذمہ دار ہیں اور ماضی کی سیاسی حکومتوں کے حکمرانوں نے اپنی نااہلیت سے اس ملک کی صنعت کو نہیں چلنے دیا کہ ان کے ذاتی مفادات تھے اور ان کو اقتدار کی ہوس تھی اور اسی نشے میں کوئی بھی جامع پالیسی نہ بنا سکے کہ اس ملک کی انڈسٹری کو کس طرح چلانا ہے۔ ان کے پاس تو نہ کوئی معاشی ویژن تھا۔ اس ملک میں کتنے لوگ ہیں جو ٹیکس ادا کرتے ہیں، جس ملک میں ٹیکس کی ادائیگی کا نظام ہی نہ بنایا جا سکا ہو وہ ملک کیسے چلے گا اور اگر کوئی تھوڑا بہت ٹیکس آتا ہے تو وہ تھوڑی بہت انڈسٹری سے آ رہا ہے۔ آج مجھے کوئی آ کر یہ بتائے کہ جب اس ملک کی انڈسٹری کا گلا ہی گھونٹ کر اس کو مار دیا جائے گا تو پھر پیسہ کہاں سے آئے گا۔

کیا آپ اس معاشی تباہی کا ذمہ دار ذوالفقار علی بھٹو کو نہیں قرار دیتے کہ اگر وہ انڈسٹری کو سرکاری تحویل میں نہ لیتے تو ہم آج بہت آگے جا چکے ہوتے کہ وہ ایک فیصلہ آج پوری قوم کے گلے پڑا ہوا ہے؟

میں 100 فیصد آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ بھٹو کے ایک غلط اقدام سے ہم آج بھی خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ اس کے بعد بڑی انڈسٹری نہیں لگائی جا سکی اور ایوب خان کے دور میں لگی انڈسٹری میں نہ اضافہ ہوا اور نہ کسی صنعتکار میں ہمت پڑی کہ وہ بڑی انڈسٹری لگاتا۔ آپ یقین کریں کہ اگر بھٹو یہ غلط قدم نہ اُٹھاتے تو آج پاکستان شاید جرمنی جیسے ملک کو قرضے دے رہا ہوتا اور حکومتوں کے غلط فیصلوں کی وجہ سے ہم دنیا سے آئی ایم ایف اور دوست ممالک سے بھیک مانگنے پر مجبور ہو گئے اور یہ ساری صورتحال جس کا ہمیں سامنا ہے انہی کا شاخسانہ جو مختلف ادوار میں ہم پر حکمران مسلط کئے جاتے رہے اور ان کی ناقص پالیسیز سے بجائے ترقی کرتے ہم خسارے میں چلے گئے۔

> تمام تر معاشی تباہی کی ذمہ داری ہمارے ان سیاستدانوں پر بھی عائد ہوتی ہے جنہوں نے بڑی انڈسٹری کو سرکاری تحویل میں لے کر صنعتی بربادی کا طوفان کھڑا کیا تھا

ہمارے ہاں گیس ہے نہ بجلی تو انڈسٹری خاک ترقی کرتی، کیا آپ اتفاق کرتے ہیں؟

دیکھیں قدرت نے پاکستان کو بہت سی قدرتی خوبصورتی کے علاوہ بہت سے قدرتی وسائل سے مالا مال کر رکھا ہے اور مجھے بتائیے کہ ہمارے پاس کیا نہیں ہے۔ ایک دور بھی تھا جب ہم زراعت میں بہت خود کفیل تھے۔ سونا، کوئلہ، تانبا کیا نہیں ہے ہمارے پاس۔ یہاں میں ایک کو کیا الزام دوں کہ کوئی بھی سابقہ حکومت ان قدرتی وسائل سے فائدہ نہیں اُٹھا سکی۔ اگر ہم صرف زراعت ہی پر بھرپور توجہ دیتے اور کسان کو فری ٹیکس زون میں رکھتے، اس کو مزید مراعات دیتے۔ دوسرا ایک آزاد معاشی پالیسی کے تحت سب سٹیک ہولڈرز کو ساتھ لے کر چلتے تو پھر جہاں کسان خوشحال ہوتا وہاں ہم زراعت اور انڈسٹری دونوں میں ملک کو خوشحالی اور ترقی کے راستوں پر ڈال چکے ہوتے۔ دوسرا ہمارے ملک کے ساتھ جہاں بہت سے معاشی کھلواڑ کھیلے گئے وہاں سب سے بڑا کھلواڑ یہ ہوا کہ ہم نے گیس کو جدت کے نام پر گاڑیوں میں بھرنا شروع کر دیا۔ دراصل یہ انڈسٹری چلانے والوں کا حق تھا جو ان سے چھین لیا گیا۔ اگر یہی گیس انڈسٹری کو دی جاتی تو یقین جانیں آج ملک کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا ہوتا اور جو پہیہ انڈسٹری کا اس گیس اور بجلی سے چلنا تھا وہ رُک گیا اور ہمارے قدرتی وسائل کو بڑی بے دردی کے ساتھ ضائع کیا۔ اگر ماضی کی حکومتوں نے ایسا نہ کیا ہوتا تو آج گیس بحران کا بھی ہمیں سامنا نہ کرنا پڑتا۔ آپ مجھے بتائیں کہ دنیا کے کس ملک میں گاڑیوں کو گیس فراہم کی جاتی ہے۔ یہ جو گیسولین کا ذکر کرتے ہیں ان کو علم ہونا چاہیے کہ گیسولین یورپ میں پٹرول کو کہتے ہیں، سی این جی نہیں، کیوں آپ عوام سے جھوٹ بولتے ہیں۔ یہاں

میں ایک اور اہم بات کروں گا کہ ہمارے یہاں جو لینڈ مافیا ہے وہ اس ملک کے لیے تباہی کا سبب بن رہا ہے اور اس کی وجہ سے بھی معاشی تباہی آتی ہے اور اس میں کالے دھن کا جس طرح استعمال ہوا اور جتنی سہولیات اس مافیا کو دی گئیں اور جس طرح لوگوں نے اپنا پیسہ نکال کر لینڈ مافیا کے حوالے کر دیا اور یہ

> آج وہ تمام فیکٹریاں جو پیداوار میں پچاس فیصد پروڈکشن تیار کرتی تھیں وہ بند ہوگئی ہیں اور آپ کو سن کر حیرانی ہوگی کہ 75 فیصد تاجروں نے تو اپنی انڈسٹری کو کلوز کر دیا ہے

پیسہ اس انڈسٹری سے نکال کر دیا گیا جہاں سے لوگوں کو روزگار ملتا ہے۔ میرے نزدیک لینڈ مافیا کے سرغنہ کے لیے ایک نوکر ایک گاڑی رکھنا کافی ہے جبکہ ایک چھوٹی سے چھوٹی فیکٹری میں کم از کم سات آٹھ سو ورکرز رکھنے پڑتے ہیں یعنی اس سے سات آٹھ سو خاندان پلتے ہیں۔ جن کے روزگار کو روکا گیا اس کے ساتھ ساتھ اسمگلنگ کی وجہ سے بڑی تباہی کا ہم سامنا کر رہے ہیں۔ دکھ اس بات کا ہے کہ آج کسان پھر سڑکوں پر ہے، نگران حکومت کی ناقص پالیسی اور گندم برآمد کر کے کسانوں کی کمر پر ایک چھرا گھونپا۔

ایوب خان کے دور میں تو پانچ سالہ منصوبہ بندیاں ہوتی تھیں، جو کبھی کسی حکومت میں نہ بن سکیں؟

ایوب خان کا دور ہی تو ہماری انڈسٹری کا بہت سنہرا دور تھا، پھر بھٹو کا دور آیا تو انہوں نے اس کو بالکل ہی تباہ کر کے رکھ دیا۔ جنرل ضیاء الحق کے دور میں بھی انڈسٹری پر کام نہ ہو سکا۔ پھر نواز شریف کے دور میں جو ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ انڈسٹری لگی، موٹرویز بنے، بجلی کے کارخانے لگے۔ ان کے دور حکومت میں فیکٹری زون بھی بنے مگر بعد میں آنے والی حکومتوں نے ان پر کام نہیں کیا۔ انڈسٹری کا جو ڈھانچہ ہوتا ہے اس پر صحیح معنوں میں عمل درآمد نہ ہو پایا، اس میں الیکٹرانک اور گیس کی فراہمی کا منصوبہ تھا، جو کسی بھی انڈسٹری کے لیے لازم و ملزوم اور انڈسٹری کی ریڑھ کی ہڈی ہیں اور جب تک گیس اور بجلی نہیں ملے گی تو آپ کی پروڈکشن بھی تو بند رہے گی۔

ہمارے ملک میں مینوفیکچرنگ بھی زیادہ نہیں ہو پا رہی، بلکہ روز اوّل سے یہ شعبہ زوال پذیر ہے؟

دیکھیں ہمارے ہاں مینوفیکچرنگ کے دو پہلو ایسے ہیں جو اس کے تسلسل میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں اور دونوں بجلی اور گیس پر ہیں اور جب ان دونوں کا ہمارے پاس تسلسل ہی نہیں اور ان دونوں کے نہ ہونے سے آپ کی کاسٹ آف پروڈکشن کس قدر بڑھ گئی ہے۔ یہ آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے اگر کسی نے اس بات کا اندازہ لگایا ہوتا تو حالات بہت بہتر ہوتے۔ چین کی ترقی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اتنے مہنگے پراجیکٹ کو کیسے چلاتے ہیں تو بقول چینیوں کے حکومت ہمیں بجلی اور گیس تسلسل سے جاری رکھتی ہے لہٰذا ہم انڈسٹریل مارکیٹ میں اپنی کاسٹ سے بڑھ کر اپنی پراڈکٹ کو سیل کر رہے ہیں۔

آنے والے دنوں میں معاشی بحران میں کیا بہتری آئے گی؟

2024ء میرے خیال میں قوم کو بہت مہنگا پڑے گا، جو حالات نقشہ پیش کر رہے ہیں، ابھی مہنگائی کا ایک اور بڑا ریلا عوام پر سے گزرنے والا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں لوکل انڈسٹری تو ہے نہیں جو ہماری ضروریات کو پوری کرے، ڈالرز ہمارے پاس ہیں نہیں، اگر امپورٹ کی طرف جاتے ہیں تو ڈالر اس کی اجازت نہیں دے رہا اور اس سے قیمتیں پھر اور اوپر چلی جائیں گی، اب اگر یونہی ڈالر کی پرائز اوپر کی طرف جائے گی تو پھر مہنگائی کا ایک اور بڑا طوفان آئے گا۔

حل کیا ہے، کہ ہم آگے کی طرف بڑھ سکیں؟

اگر ابھی بھی یہ چاہتے ہیں کہ اس معاشی بحران کو کسی حل کی طرف لے کر جانا ہے تو پھر سابق صدر ایوب خان کی طرح پانچ سالہ ترقیاتی منصوبے عمل میں لانا ہوں گے اور ان منصوبوں میں باقاعدہ طور پر انڈسٹری کو پروموٹ کیا جائے، اس کے وسائل بڑھائے جائیں، ان کی پروڈکشنز بڑھیں گی تو حل بھی نکل آئے گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی ہمارے پاس ذریعہ نہیں ہے۔ اگر آپ لوکل کرنسی کو جتنا زیادہ پرنٹ کریں گے ڈالر اتنا ہی اوپر کی طرف جائے گا اور میرے نزدیک ڈالر کمانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ آپ اپنی انڈسٹری کو فروغ دیں، اس کی پروڈکشن بڑھائیں۔ اب ہو یہ رہا ہے کہ چھوٹا بڑا تاجر ڈالر کے ذریعے اپنی امپورٹ کر رہا ہے جو کہ نقصان دہ بات ہے۔

تاجر بکھر چکا ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟

بے شک جو آج تاجر تقسیم ہو چکا ہے یہ بکھرے اس لیے ہیں کہ یہ لوگ اپنا ٹیکس بچانا چاہتے ہیں، اس لیے کہ مختلف یونٹوں اور تنظیموں نے ایک دوسرے سے ہمدردانہ وعدے کر رکھے ہیں جو نہ پورے ہو رہے ہیں نہ ہوں گے، سب ایک دوسرے کو تسلیوں میں زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

سیاست نے تاجروں کو اِدھر اُدھر کے گروپوں میں تقسیم کر رکھا ہے، کیا آپ اتفاق کرتے ہیں؟

میرے نزدیک ہمارے سارے تاجروں کے تحفظات لینڈ مافیا کے ساتھ جڑ گئے اور انہوں نے ادھر کا رُخ کر لیا۔ دوسرا وہ اپنے مفادات کی بجائے سیاسی جماعتوں کے ایجنڈے پر کام کرنے لگے۔

چھوٹا تاجر بھی تو پریشان ہے؟

اس کی وجہ یہ ہے کہ نہیں ہے پروڈکشن کراتا ہے اور اوپر سے ڈالر نے اس کی کمر توڑ کے رکھ دی ہے۔ دوسرا اگر اس کے کام کی نوعیت اگر پہلے ایک لاکھ روپے تھی تو اب وہ چند ہزار روپے ہوگئی ہے۔ یہاں آ کر اس کی ہمت جواب دے گئی ہے، دوسرا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس کے پاس خام مال نہیں ہے، وہ کہاں سے زندہ رہے گا۔

☆......☆......☆

> پاکستان میں جتنے بھی بڑے معاشی اور ترقیاتی منصوبے پایہ تکمیل تک پہنچے ان تمام کا کریڈٹ میاں نواز شریف کو جاتا ہے

> آپ مجھے یہ بتائیں کہ جس ملک میں نہ بجلی نہ گیس ہو اور اوپر سے حکومت بھی ہاتھ اُٹھا دے تو پھر تاجر بے چارہ کہاں جائے گا

دانش کا شعر برائے شعر نہیں بلکہ شعر برائے ادب

”تشکیک“

ڈاکٹر دانش عزیز کے چوتھے شعری مجموعے کی تقریب پذیرائی مقامی ہوٹل میں منعقد

خالد نجیب خان

گزشتہ دنوں ڈاکٹر دانش عزیز کے چوتھے شعری مجموعے ”تشکیک“ کی تقریب پذیرائی مقامی ہوٹل میں منعقد ہوئی، جس کا اہتمام ادبی تنظیم ”متن“ کی چیئرپرسن افراح شوکت نے کیا جبکہ صدرات غلام حسین ساجد نے کی دوسرے مہمانوں میں باقی احمد پوری، سعود عثمانی، حسین مجروح، شاہدہ دلاور شاہ، نوید صادق، استاد نصیر، غافر شہزاد، واجد امیر، یونس خیال، شاہد اشرف، رقیہ اکبر، شازیہ مفتی، اکمل حنیف، خالد نجیب خان، دعا منتہا پبلیکشنز کی سی ای او(CEO) اور دانش عزیز کی اہلیہ نائلہ عمران اُن کی بیٹیاں اور ملک بھر سے چوٹی کے نقاد، ادیب، شاعر اور دانشور شامل تھے۔ ڈاکٹر فخر عباس، احمد کیف اور آصف انصاری نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ سجاد احمد سجاد نے میڈیا نمائندگان اور دیگر مہمانانِ گرامی کو خوش آمدید کہا۔ افراح شوکت نے بتایا کہ ڈاکٹر دانش عزیز کی شاعری پر ایم اے کی سطح پر اب تک تین مقالے لکھے جا چکے ہیں۔ استاد نصیر نے بتایا کہ صاحب کتاب ایک درویش شخصیت ہیں جس کا عکس اُن کے کلام میں بھی نظر آتا ہے۔ صدر تقریب غلام حسین ساجد نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ کتاب کا بہت ہی خوبصورت شعر جو سرورق پر بھی لکھا ہے۔

دانش مرے یقین کو تشکیک کھا گئی
مجھ کو دعا کی عین پہ نقطہ دکھائی دے

میں دعا کا دغا لگنا دراصل تشکیک کا نہیں کمزور نظر کا معاملہ ہے، انہیں نظر چیک کرانا چاہیے۔ یہ کتاب دراصل ایقان کی کتاب ہے۔ ڈاکٹر شاہدہ دلاور نے کہا؛ ”دانش کا شعر برائے شعر نہیں بلکہ شعر برائے ادب ہے، انہوں نے شعر کو اُس دور میں زندہ کیا ہے جب شعر اصل میں ختم ہو رہا ہے۔ ان کی کتاب کی ہر غزل اور نظم مجھے مشاعرے کی لگی ہے۔ غافر شہزاد نے کہا؛ ”یہ بہت ہی خوبصورت بات ہے کہ شہر کے سارے ہی معتبر لوگ دانش کی شاعری کی تصدیق کرنے کے لئے یہاں موجود ہیں۔ دانش کی شاعری مانگے تانگے کے عشق کی نہیں بلکہ یہ اُن کے ذاتی عشق کی شاعری ہے۔ ڈاکٹر یونس خیال نے کہا کافی عرصے کے بعد ایسی کتاب آئی ہے جو روٹین سے ہٹ کر ہے۔ دانش کو سادہ نہیں سمجھنا کیونکہ یہ ویسے ہی سادہ ہیں جیسے میر سادہ تھے کہ اُسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے رہے جس کی دوا سے بیمار ہوئے تھے۔ صوفیہ بیدار نے کہا اتنی اچھی شاعری خوبصورت دل رکھنے والا ہی کرسکتا ہے۔ واجد امیر نے کہا ڈاکٹر صاحب خوش دل خوش جمال خوش لباس خوش گمان خوش دعا اور کئی طرح سے خوش خوش ہیں اُن کا یہ شعر انہی پر صادق آتا ہے کہ

اگر صبح دم کو کچھ گلو خوشبو نکل پڑے
پھولوں کو چھوڑ چھاڑ کے خوشبو نکل پڑے
خواہش ہے میں خرید لوں غالب کا خستہ گھر
اور معجزہ ہو صحن سے ، اردو نکل پڑے

مسکرانا اور گلے لگانا اُن کی عادت ہے محفلیں سجاتے ہیں دوستوں کو بلاتے ہیں قہقہے لگاتے ہیں اور کھانا کھلاتے ہیں۔ وہ اپنے اندر کے معالج کو زندہ رکھے ہوئے ہیں جس کا اثر شاعری میں نظر آتا ہے۔ سعود عثمانی نے کہا دانش نے بہت جلد ادبی حلقوں میں مقام بنایا ہے۔ کتاب کا ظاہر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں سو گرام سے زیادہ کا میٹ پیپر استعمال ہوا ہے جو بہت اچھا کاغذ ہے۔ حسین مجروح نے کہا اس شہر میں جہاں لوگ اپنے وجود سے باہر نہیں نکلتے اس کا وجود بڑی غنیمت ہے۔ دانش کا یہ مجموعہ اور اس کے پہلے مجموعے محض شاعری کے مجموعے نہیں ہیں جو تعداد بڑھانے کے لئے ہوں بلکہ اپنی پرانی شہرت کو برقرار رکھنے والا ہے۔ نوید صادق نے کہا میں کتاب کی مبارکباد دانش کی بجائے ان کے والد زیارت غوری کو دوں گا۔ باقی احمد پوری نے کہا تشکیک بنیادی کیفیت ہوتی ہے، بنیاد درست نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ یہ کتاب باوزن بھی ہے اور وزنی بھی ہے۔ عدیل برکی نے کہا دعا کی ع پر نقطہ والا شعر بہت زبردست لگا اور کلام دانش ترنم سے سنایا۔

تو وار کر کوئی حامی بھی میرے ساتھ نہیں
اکیلا گھر ہے پڑوسی بھی ساتھ نہیں

زیارت علی غوری دانش عزیز کے والد نے کہا کہ تمام مہمانوں کا شکر گزار ہوں کہ میرے بیٹے کی کتاب کی تقریب پذیرائی میں شرکت کی۔ یہ حقیقت ہے کہ دنیا پر کتابوں نے ہی حکمرانی کی ہے۔ اب سامراجی قوتیں کتاب کی دشمن ہیں۔ اس وقت کتاب کی سرپرستی کرنے والے لائق تحسین ہیں۔ دانش عزیز نے کہا۔ آج میں جو کچھ ہوں یہاں بیٹھے ان بزرگوں کی وجہ سے ہوں۔ تشکیک میں اگر کچھ تیقن ہے تو وہ بھی ان ہی کی وجہ سے ہے۔

اس کارِ ہمہ وقت کا چارہ نے ہوتا
ہم سے تو میاں عشق دوبارہ نہیں ہوتا

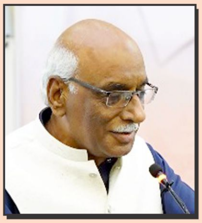

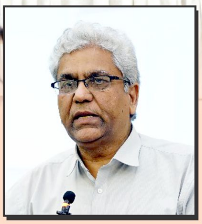
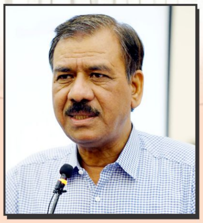

یہ بہت ہی خوبصورت بات ہے کہ شہر کے سارے ہی معتبر لوگ دانش کی شاعری کی تصدیق کرنے کیلئے یہاں موجود ہیں، دانش کی شاعری مانگے تانگے کے عشق کی نہیں بلکہ یہ اُن کے ذاتی عشق کی شاعری ہے، غافر شہزاد

تمام مہمانوں کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میرے بیٹے کی تقریب پذیرائی میں شرکت کی، حقیقت ہے کہ دنیا پر کتابوں نے ہی حکمرانی کی، اس وقت کتاب کی سرپرستی کرنے والے لائق تحسین ہیں، زیارت علی غوری والد دانش عزیز

فیروزے شہریار

میٹ گالا میں ہالی ووڈ اداکاروں کی اے آئی تصاویر وائرل

شائقین جعلی تصاویر کو حقیقی سمجھ بیٹھے

دنیا میں فیشن کی سب سے بڑی تقریب 'میٹ گالا2024' میں شرکت کرنے والی ہالی ووڈ اداکاروں کی مصنوعی ذہانت کے ذریعے بنائی گئی تصاویر سوشل میڈیا پر وائرل ہو رہی ہیں جسے دیکھ کر صارفین بھی دھوکے میں آ گئے۔میٹ گالا کی تقریب 6 مئی کو نیویارک کے میٹروپولیٹن میوزیم آف آرٹ میں چیریٹی ایونٹ میں منعقد ہوئی جہاں دنیا بھر سے مشہور شخصیات شریک ہوئیں۔ان مشہور شخصیات میں عالیہ بھٹ، زینڈایا، جینیفر لوپیز، کرس ہیمز ورتھ اور بیڈ بنی اور دیگر شامل تھیں۔تقریب کے اختتام کے بعد سوشل میڈیا پر نامور ہالی ووڈ شخصیات کی اے آئی تصاویر وائرل ہوئیں، دلچسپ بات یہ ہے کہ وائرل ہونے والی تصاویر میں وہ شخصیات بھی شامل تھیں جو میٹ گالا میں شریک نہیں ہوئیں۔جن شخصیات کی اے آئی تصاویر وائرل ہوئیں ان میں امریکی گلوکارہ کیٹی پیری، ریحانہ اور لیڈی گاگا شامل ہیں۔ان جعلی تصاویر کو سیکڑوں مداح اصلی سمجھ بیٹھے اور انہیں مختلف سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر پسند اور شیئر بھی کیا جاتا رہا۔کیٹی پیری نے خود بھی اپنی جعلی تصاویر کو سوشل میڈیا اکاؤنٹ پر شیئر کر کے دلچسپ انداز میں وضاحت کی۔گلوکارہ کی والدہ بھی ان تصاویر سے دھوکا کھا گئیں جس پر کیٹی پیری نے والدہ کو محتاط رہنے کا کہا۔سوشل میڈیا پر لیڈی گالا کی تصاویر بھی وائرل ہوتی رہی جس میں انہیں خوبصورت جوڑے میں دیکھا جا سکتا ہے جو اے آئی کی مدد سے بنایا گیا ہے۔اس کے علاوہ گلوکارہ ریحانہ کی تصاویر بھی وائرل ہوئیں تھیں، جنہیں صارفین کی جانب سے بے حد پسند کیا گیا اور شیئر بھی کیا گیا۔تقریب میں شامل بالی ووڈ اداکارہ عالیہ بھٹ کے میٹ گالا لُک کے چرچے ابھی تک ختم نہیں ہو رہے۔ بھارتی اداکارہ عالیہ بھٹ نے میٹ گالا2024 میں معروف ڈیزائنر سبیا ساچی کی تیار کردہ 9 گز کی ساڑھی میں شرکت کی تھی، جس پر ہاتھوں سے خوبصورت پھولوں کی کڑھائی کی گئی تھی۔عالیہ بھٹ کی تصاویر کو قریب سے زوم کر کے پتا چلا ہے انہوں نے میٹ گالا میں کان کے پیچھے کالا ٹیکا لگایا ہوا تھا۔خیال رہے کہ میٹ گالا کا انعقاد ہر سال مئی کے پہلے پیر کو امریکا کے شہر نیویارک میں کیا جاتا ہے۔نیویارک کے میٹروپولیٹن میوزیم آف آرٹس کا سٹیوم انسٹی ٹیوٹ میں منعقد ہونے والی اس تقریب میں دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے معروف فلمی ستارے اور ماڈلز شرکت کرتے ہیں۔

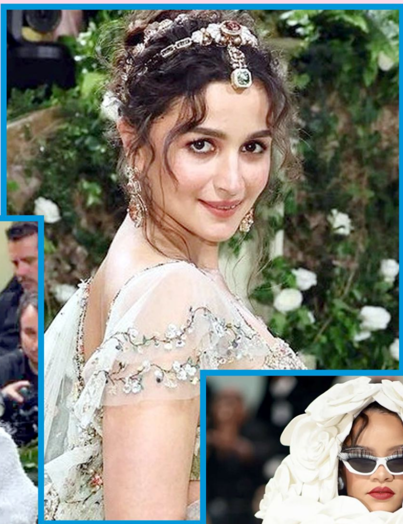

ماہرہ خان اور صنم جنگ کی کونسی خواہشات ادھوری

دونوں ناک چھدوانا چاہتی تھیں لیکن ایسا نہ ہو سکا

جنوبی ایشیاء میں ایک عام روایت ہے کہ شادی شدہ خواتین ناک میں نتھ پہنتی ہیں لیکن گزشتہ چند برسوں سے یہ فیشن نتھ پہننے کی شوقین غیر شادی شدہ لڑکیاں بھی اپنا رہی ہیں۔اداکارہ ماہرہ خان نے اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ سے دلچسپ کیپشن کے ساتھ ایک ویڈیو شیئر کی ہے۔شیئر کردہ ویڈیو میں اداکارہ کو ہلکے میک اپ اور سفید لباس میں ناک میں نتھ پہنے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے جو ان کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر رہی ہے۔انہوں نے انسٹا پوسٹ کے کیپشن میں اپنی والدہ کے ساتھ ہونے والی گفتگو تحریر کی کہ میں نے اپنی والدہ سے ناک چھِدوانے کی اجازت طلب کی، جس پر انہوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ اگر میری ناک چھوٹی ہوتی تو وہ مجھے اس کی ضرور اجازت دے دیتیں۔ ماہرہ خان کی جانب سے شیئر کردہ مختصر ویڈیو کے کمنٹس میں کئی ساتھی فنکاروں نے تبصرہ کیا اور کہا کہ ان پر نتھ جچ رہی ہے لیکن انہیں چھوٹی نتھ کا انتخاب کرنا چاہئے۔تاہم ان کی ویڈیو پر تبصرہ کرتے ہوئے اداکارہ صنم جنگ اور ماورا حسین نے بھی اسی مسئلے سے دوچار ہونے کا انکشاف کیا۔حال ہی میں پردیس منتقل ہونے والی اداکارہ صنم جنگ نے بھی اپنے والد کے ساتھ ہونے والی کچھ اسی نوعیت کی گفتگو شیئر کی۔انہوں نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ شادی سے قبل میں نے بھی اپنے والد سے ناک چھِدوانے کی اجازت مانگی تھی، جس پر انہوں نے یہ کہتے ہوئے منع کر دیا کہ جو کرنا ہے شادی کے بعد کرو اور جب شادی کے بعد اجازت طلب کی تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے منع کر دیا کہ میں انہیں ایسے ہی پسند ہوں۔اس کے علاوہ اداکارہ ماورا حسین نے بھی اس بات کا اظہار کیا کہ ان کے ساتھ بھی یہی مسئلہ ہے۔خیال رہے کہ اس سے قبل ماہرہ خان متعدد بار اپنے انٹرویوز میں اپنی ناک سے متعلق بتا چکی ہیں کہ شوبز کیریئر کے آغاز میں انہیں ناک کی سرجری کروانے کا مشورہ بھی دیا گیا اور کہا گیا کہ ان کی ناک بڑی ہے۔

مختصر کپڑے پہننے پر والدہ کو اعتراض نہیں، آپ کو کوئی مسئلہ؟

سعیدہ امتیاز نے مداحوں چُپ کرا دیا

حال ہی میں پاکستان ٹی وی انڈسٹری کی مشہور اداکارہ سعیدہ امتیاز نے کہا ہے کہ مختصر اور بولڈ لباس پہننے پر والدہ ان پر اعتراض نہیں کرتیں۔ چند دن قبل سعیدہ امتیاز نے انسٹاگرام پر مداحوں کے سوالوں کے جوابات دیے، جہاں ان سے دلچسپ سوالات کیے گئے۔اداکارہ نے مداحوں کو خصوصی طور پر ماؤں کی جانب سے بچوں کو ڈانٹنے یا انہیں لیکچر دینے کے حوالے سے سوالات پوچھنے یا اپنی کہانی سنانے کی دعوت دی۔اداکارہ کی جانب سے دعوت دیے جانے پر مداحوں نے منفرد سوالات پوچھنے سمیت انہیں اپنی داستانیں بھی سنائیں۔ایک مداح کی جانب سے پوچھے جانے پر سعیدہ امتیاز نے بتایا کہ انہیں ہر طرح کے طعنے اور لیکچر سُننے کو ملتے ہیں۔اداکارہ کا کہنا تھا کہ والدہ انہیں پاکستانی، بھارتی، تھائی، امریکی، کشمیری، چینی اور برمی طعنے بھی دیتی ہیں۔اداکارہ نے مزید لکھا کہ انہیں سمجھ نہیں آ رہا کہ وہ والدہ کی جانب سے ملنے والے طعنوں کی داستان کہاں سے شروع کریں۔اسی طرح ایک مداح نے ان سے پوچھا کہ وہ ہر وقت مختصر اور بولڈ لباس پہنتی ہیں، کیا اس پر انہیں والدہ کچھ نہیں کہتیں؟اس پر سعیدہ امتیاز نے بتایا کہ ان کی والدہ ان کی معاون ہیں اور وہ ان کے کسی بھی لباس پر کوئی اعتراض نہیں اٹھاتیں۔اداکارہ نے لکھا کہ وہ اپنی والدہ کے لیے آج بھی بچی ہیں، وہ ان کی ہر طرح کی خریداری، لباس اور پسند سے مطمئن ہیں، یہاں تک کہ ان کی بڑی بہن بھی ان کی والدہ کے لیے پیمپر پہننے والے بچے کی طرح ہی ہیں۔سعیدہ امتیاز نے لکھا کہ خدا نے انہیں ساتھ دینے والے اہل خانہ سے نوازا ہے۔

پہاڑوں سے محبت خون میں شامل

نائلہ کیانی کا اہم سنگ میل

8 ہزار میٹر کی 11 چوٹیاں سر کر کے تاریخ رقم کر دی

معروف کوہ پیما نائلہ کیانی کا اعزازات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری ہے حال ہی میں انہوں نے ایک اور اعزاز اپنے نام کر تاریخ رقم کر دی ہے۔ نائلہ کیانی نے دنیا کی پانچویں بلند ترین چوٹی مکالو بھی سر کر لی جس کے بعد وہ پاکستان کی تاریخ میں 8 ہزار میٹر کی 11 چوٹیاں سر کرنے والی پہلی خاتون کوہ پیما بن گئیں ہیں۔ نائلہ کیانی نے نیپال میں چوٹی سر کر کے منفرد اعزاز حاصل کیا، یاد رہے کہ پاکستانی کوہ پیما نے آٹھ ہزار میٹر کی گیارہ چوٹیوں کو 3 سال سے کم عرصے میں سر کرلیا۔ 8 ہزار میٹر کی 10 چوٹیاں سب سے تیز رفتاری سے سر کرنے کا پاکستانی ریکارڈ نائلہ کیانی کو مل گیا۔ کوہ پیمائی کی صلاحیتوں سے ہٹ کر نائلہ کیانی نے مختلف شعبوں میں بھی شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ چین اور نیپال کے درمیان سرحدی علاقے میں واقع دنیا کی پانچویں بلند ترین چوٹی مکالو کی بلندی 8485 میٹر ہے۔ دبئی میں رہائش پذیر نائلہ کیانی آٹھ ہزار فٹ سے بلند چوٹیوں کو گیارہ مرتبہ سر کرنے والی پہلی پاکستانی خاتون کوہ پیما ہیں۔ وہ دنیا کی پہلی کوہ پیما بھی بن گئیں جنہوں نے گزشتہ تین برس کے دوران آٹھ ہزار میٹر بلند آٹھ چوٹیاں سر کی ہیں۔ گزشتہ سال تک نائلہ کیانی نے آٹھ ہزار میٹر سے بلند 6 چوٹیوں کو سر کیا تھا۔ نائلہ کیانی اس سے قبل ماؤنٹ ایوریسٹ، کے ٹو، نانگا پربت، جی ون، جی ٹو، انا پورنا، لوٹسے، مناسلو اور براڈ پیک سر کر چکی ہیں۔ نائلہ کیانی 8 ہزار میٹر سے بلند تمام 14 چوٹیاں سر کرنے کا عزم رکھتی ہیں۔ نائلہ کیانی کا تعلق صوبہ پنجاب میں راولپنڈی شہر کے علاقے گجر خان کے ایک قدامت پسند خاندان سے ہے۔ انہوں نے ایرو سپیس انجینئرنگ کی تعلیم برطانیہ سے حاصل کر کے اپنے اس شعبے میں بھی کام کیا۔ تاہم اب اس وقت وہ خاوند کے ہمراہ دبئی میں مقیم ہیں جہاں اس وقت وہ بینکنگ کے شعبے سے وابستہ ہیں۔ انہیں بچپن سے مہم جوئی کا شوق تھا۔ زمانہ طالب علمی اور اب بھی باکسنگ کرتی ہیں، دبئی میں قیام کے دوران انہوں نے راک کلائمبنگ اور آئس سکیٹنگ شروع کی۔ نائلہ کیانی نے پسند کی شادی کی ان کے خاوند خالد راجہ کو پہلے سے ہی نائلہ کے سارے شوق پتا تھے۔ یاد رہے کہ شادی کی بڑی تقریبات کی مخالف نائلہ نے اپنی شادی کو یادگار بنانے کے لیے کے ٹو بیس کیمپ پر تقریب منعقد کی اور ان کی تصاویر وائرل بھی ہوئی تھیں۔